

زمین کے جس پر ہم سب رہتے ہیں، بے پناہ حسن کو ہی ہم بھول گئے ہیں۔ چاہے ہم اپنے آپ کو کمپونٹ کہیں یا سرمایہ دار، ہندو، بودھ، مسلمان یا عیسائی کہیں، چاہے ہم انہے ہوں، لنگڑے ہوں، خوب صورت ہوں یا خوش ہوں، یہ زمین ہم سمجھی کی ہے۔ کیا آپ سمجھ رہے ہیں؟ یہ ہماری زمین ہے۔ کسی خاص شخص کی نہیں۔ یہ زمین صرف دولت مندو لوگوں کی نہیں ہے۔ یہ ہماری زمین ہے۔ آپ کی اور امیری۔ بھلے ہی ہم کچھ نہیں ہیں پھر بھی ہم اس زمین پر رہتے ہیں اور ہمیں ایک ساتھ رہنا ہے۔ یہ دنیا جتنی امیروں اور عالموں کی ہے اتنی ہی غربیوں اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی بھی ہے۔ یہ مشترکہ طور پر ہماری دنیا ہے اور میں سوچتا ہوں یہ انتہائی اہم ہے کہ ہم اس کو محسوس کریں اور زمین کو پیار کریں، صرف صح کے پر سکون لمحات میں ہی نہیں بلکہ ہر لمحہ۔ یہ ہماری اپنی دنیا ہے، یہ ہم اسی وقت محبوس کر پائیں گے اور اس کو پیار کر پائیں گے جب ہم یہ سمجھ لیں گے کہ آزادی کیا ہے۔

آج آزادی نام کی کوئی چیز رہی نہیں گئی ہے۔ ہم یہ جانتے ہی نہیں کہ آزادی کیا ہے۔ ہم سب آزادی چاہتے ہیں لیکن آپ دیکھیں گے کہ ہر شخص چاہے وہ استاد ہو، مال باپ ہوں، وکیل ہو، پولیس والا ہو، فوجی ہو سیاست دال ہو یا کاروباری ہو، اپنے چھوٹے سے دائرے میں اس آزادی کو باندھنے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کر رہا ہوتا ہے۔ آزاد ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جو چاہیں کریں یا آپ باہر سے باندھنے والی صورت حال کو بدل دیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم غلامی کے مسئلے کو پورے طور پر سمجھ لیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ غلامی کیا ہے؟ آپ اپنے والدین پر مخصوص ہیں، کیا نہیں ہیں؟ آپ اپنے اساتذہ اور باور پی پر مخصوص ہیں، آپ ڈائیکے اور دودھ والے پر مخصوص ہیں۔ اس طرح کا انحصار تو کوئی بھی بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔

## آزادی اور محبت

آزادی کے بارے میں آج تک میں جو کچھ بھی کہتا آیا ہوں، اسے آپ میں سے کچھ لوگ شاید پوری طرح سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا کہ یہ بہت ہی ضروری ہے کہ ہمارا ان نئے خیالات سے بھی سامنا ہو جن کے ہم بالکل بھی عادی نہیں ہیں۔ جو کچھ جیسی ہے، جو کچھ دلفریب ہے، اسے دیکھنا اچھا ہے، لیکن آپ کو زندگی کی بد صورتی کا دیدار بھی کرنا ہو گا۔ آپ کو ہر چیز کے لیے بیدار رہنا ہو گا۔ ان چیزوں کا بھی سامنا کریں جنہیں ممکن ہے آپ پوری طرح نہ جانتے ہوں لیکن آپ جتنا زیادہ ان موضوعات پر غور کریں گے، بھلے ہی وہ آپ کو کچھ مشکل معلوم ہوں، اتنا ہی زیادہ مضبوطی سے آپ اپنی زندگی جی پائیں گے۔

شاید آپ میں سے کسی نے علی اصلاح سورج کی روشنی کو پانی کی سطح پر دیکھا ہو۔ کتنا دلفریب اور کتنا دل خوش کن ہوتا ہے یہ منظر۔ تھر کرتا سیاہی مائل پانی اور درختوں کے اوپر تھا صبح کا وہ تارہ۔ کیا کبھی آپ کی نظر میں یہ آیا؟ یا آپ اتنے مصروف اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں اتنے الگ ہوئے ہیں کہ آپ اس

کیا آپ جانتے ہیں کہ کسی سے محبت کرنے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ کسی درخت، کسی پرندے یا پالتو جانور سے محبت کرنے کا کیا مطلب ہے، کیا آپ جانتے ہیں؟ اس کا خیال رکھنا، اسے کھلانا پالنا، اسے پالنا، چاہے اس کے بد لے میں آپ کو کچھ بھی نہ ملے، بھلے ہی وہ آپ کے پیچھے پیچھے نہ چلے، آپ کو کوئی سہارا نہ دے، آپ پر منحصر نہ رہے۔ ہم میں سے بیشتر لوگ اس طرح محبت کرتے ہی نہیں۔ ہم جانتے ہی نہیں ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے، کیونکہ ہمارا پیار تو ہمیشہ فکر، حسد اور خوف کی گرفت میں رہتا ہے۔ اس مطلب ہوا کہ ہم داخلی طور پر دوسروں پر منحصر ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ہمیں پیار کرے۔ ہم کسی کو محبت کر کے اسے وہیں بھولنا نہیں چاہتے۔ ہم تو اس کے بد لے میں کچھ چاہتے ہیں اور چاہنے میں ہی ہم غلام بن جاتے ہیں۔ اس لیے آزادی اور محبت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ محبت رد عمل نہیں ہے۔ اگر میں آپ سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو یہ ایک طرح کی تجارت ہو گی، یہ ایک بازار و چیز ہو جائے گی جسے خریدا جا سکتا ہے۔ یہ محبت نہیں ہے۔ محبت کرنے کا مفہوم ہے، ہم بد لے میں کچھ بھی نہ چاہیں۔ ہمیں اس بات کا خیال تک نہ رہے کہ ہم نے کچھ دیا بھی ہے۔ صرف ایسی ہی محبت یہ جان سکتی ہے کہ آزادی کیا ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ آپ کو اس کے بارے میں تعلیم نہیں دی جاتی۔ آپ کو تو بس ریاضی، یکمیٹری، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ پڑھادیے جاتے ہیں، کیونکہ آپ کے والدین تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ کو اچھی ملازمت مل جائے، آپ زندگی میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر آپ کے والدین دولت مند ہیں تو وہ آپ کو دوسرے ملک بھیج دیں گے، لیکن وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح یہی چاہیں گے کہ آپ دولت مند نہیں اور سماج میں عربت حاصل

لیکن آزاد ہونے کے لیے ایک اور گہرے قسم کے انحصار کو سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ وہ ہے اپنی خوشی کے لیے دوسرے پر مخصوص رہنا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اپنی خوشی کے لیے دوسروں پر انحصار کیا مطلب رکھتا ہے؟ پر صرف ہماری مادی غلامی نہیں ہے جو ہمیں اتنا باندھ لیتی ہے، یہ دراصل ایک داخلی نفسیاتی غلامی ہے، جس سے ہم یہ نامنہاد خوشی حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح آپ جب کسی پر منحصر ہوتے ہیں تو آپ اس کے غلام بن جاتے ہیں۔ آپ جیسے جیسے بڑے ہوتے جاتے ہیں، اگر آپ جذباتی طور پر اپنے ماں باپ، اپنی بیوی، اپنے شوہر، اپنے اتنا دیا کسی خیال پر انحصار کرنے لگتے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ آپ ان کی گرفت میں ہیں۔ ہم یہ سب نہیں سمجھ پاتے ہیں، حالانکہ ہم میں سے بیشتر لوگ خاص طور پر جب ہم چھوٹے ہوتے ہیں، آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

آزاد ہونے کے لیے ہمیں اپنی اس مکمل داخلی غلامی کے خلاف بغاوت کرنی ہو گی اور یہ ہم اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم یہ نہیں سمجھ لیتے ہیں کہ ہم غلام بکیوں ہیں۔ جب تک ہم کچھ مجھ اس داخلی غلامی کو نہیں سمجھ لیتے، اس کا خاتمه نہیں کر دیتے، تب تک آزاد ہونا ممکن ہے۔ غلامی کو پورے طور پر سمجھ لینا ہی آزادی ہے۔ لیکن یہ آزادی کسی قسم کا رد عمل نہیں ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں رد عمل کیا ہوتا ہے؟ اگر میں آپ کو کوئی پیچھتی ہوئی بات کہوں، آپ کو برے الفاظ کہہ دوں تو آپ مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ یہ رد عمل ہوا۔ غلامی سے پیدا شدہ رد عمل، اور اسی کے آگے کا رد عمل خود محنت اری کہلاتی ہے۔ لیکن آزادی، نجات کوئی رد عمل نہیں ہے اور جب تک ہم اس رد عمل کو سمجھ نہیں لیتے اس سے الگ نہیں ہو جاتے تب تک ہم کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔

کریں۔ آپ جتنی بلندی پر چڑھتے ہیں اتنی ہی زیادہ تکلیفیں آپ دوسروں کے لیے پیدا کرتے ہیں، کیونکہ وہاں پہنچنے کے لیے آپ کو زیادہ مقابلہ کرنا ہوتا ہے، زیادہ جابر ہونا پڑتا ہے، اس لیے والدین اپنے بچوں کو ایسے اسکولوں میں بھیجتے ہیں جہاں بلند فکری ہے، مقابلہ ہے اور جہاں محبت بالکل ہے، ہی نہیں۔ یہ وجہ ہے کہ ہمارا یہ سماج متواتر سرتاجا رہا ہے، یہ متواتر تصادم میں ہے، بھلے ہی سیاست دال، نج اور نام نہاد باعut لوگ امن و سکون کی باتیں کریں لیکن ان کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

اب آپ اور ہم دونوں کو اس آزادی کے مسئلے کو سمجھنا ہو گا۔ تمیں اپنے آپ یہ معلوم کرنا ہو گا کہ محبت کا مفہوم کیا ہے، کیونکہ اگر ہم محبت نہیں کرتے ہیں تو ہم کچھی غور و فکر کرنے والے، بیدار مغزا اور حساس نہیں بن سکتے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ غور و فکر کرنے والے انسان کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ جب آپ کسی راستے میں جہاں بے شمار لوگ نگے پاؤں چلتے ہیں، ایک نوکیلا پتھر دیکھتے ہیں اور اسے وہاں سے ہٹا دیتے ہیں، اس لیے نہیں کہ کسی نے آپ کو ایسا کرنے کے لیے حکم دیا ہے بلکہ اس لیے کہ آپ دوسروں کے لیے فکرمند ہیں۔ اس کا کوئی مطلب نہیں کہ وہ دوسرا کون ہے اور بھلے ہی آپ اس سے کچھی ملے بھی نہ ہوں۔ یا ایک پودا لگانا اور اس کا خیال رکھنا، ایک ندی کو دیکھنا اور زمین کے بے پناہ حسن کو محسوس کرنا، ایک پرندے کو اڑاتے ہوئے دیکھنا اور اس کی اڑان کی بلندی کو محسوس کرنا، حاس ہونا اور اس لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہونے والے حیرت انگیز ندی کا تمیشہ استقبال کرنا، ان تمام باتوں کے لیے آزادی کا ہونا نہایت ضروری ہے، سچ مجھ کی آزادی۔ اور ایسی آزادی کے لیے ضروری ہے آپ میں محبت کا ہونا۔ محبت کے فتدان میں آزادی کا کوئی تصور ہی کہاں پیدا ہو سکتا ہے؟ محبت کی غیر موجودگی میں آزادی مخفی ایک خیال ہے

جس کا کوئی مفہوم نہیں۔ اس لیے صرف وہ انسان جو اس داخلی غلامی کو سمجھ کر اس سے آزاد ہو جاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ محبت کیا ہے، اس آزادی کو جان پاتے ہیں۔ ایسے ہی انسان ایک نئی تہذیب اور ایک مختلف دنیا کی تعمیر کریں گے۔

\*\*\*\*\*

**سوالی:** خواہش اور شہوت کا منبع کیا ہے اور میں اس سے کس طرح نجات حاصل کر سکتا ہوں؟

کرشن مورتی: ایک نوجوان یہ سوال کر رہا ہے۔ آخر سے خواہش سے نجات کیوں چاہیے؟ کیا آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ ایک جوان انسان ہے۔ امنگ اور زندگی کی توانائی سے بہریز۔ اسے خواہش سے کیوں آزاد ہونا چاہیے؟ اسے کہا گیا ہے کہ خواہش سے آزاد ہونا ایک عظیم و صفت ہے۔ شہوت سے آزاد ہو کروہ ایشور کا یا کسی اور اقتدار کا سامنا کرے گا۔ اسی لیے وہ پوچھتا ہے، شہوت کی بنیادی وجہ کیا ہے اور میں اس سے کیسے نجات حاصل کروں؟ لیکن شہوت سے نجات چاہتے کی خواہش بھی شہوت کا ہی ایک حصہ ہے، کیا نہیں ہے؟ یہ سوال دراصل خوف کا کشمکش ہے۔

خواہش کا منبع یا اس کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے؟ آپ کوئی دلکش چیز دیکھتے ہیں، اس کی طرف پہنچتے ہیں اور اسے چاہنے لگتے ہیں۔ آپ ایک کاریا ایک کشتی دیکھتے ہیں اور آپ میں اس پر اپنا انتیار قائم کرنے کی خواہش بیدار ہوتی ہے۔ آپ ایک دولت مند شخص کی عرضت چاہتے ہیں یا آپ ایک سنیا سی بنتا چاہتے ہیں۔ یہ خواہش کی بنیاد ہے۔ کسی چیز کو دیکھنا، پھر اس سے متعلق ہو جانا، پھر اس کے لیے محسوس کرنا اور اسی احساس سے خواہش کا پیدا ہونا، یہی منبع ہے خواہش کا۔ یہ جان کر کہ خواہش سے تصادم پیدا ہوتا ہے، آپ پوچھتے ہیں، میں خواہش سے نجات کس

طرح حاصل کروں؟ اس لیے آپ حقیقت میں خواہش سے آزاد ہونا نہیں چاہتے ہیں بلکہ آپ نجات چاہتے ہیں خواہش سے پیدا ہونے والی اس فکر، اس بے چینی اور اس درد سے۔ آپ خواہش کے زہر یہ پھلوں سے نجات چاہتے ہیں، خود خواہش سے نہیں۔ اور یہ نہایت اہم سوال ہے، اسے آپ سمجھ لیں۔ آپ خواہش کے درد، تکلیف، تصادم، فکرمندی اور خوف سے خود کو اگر آزاد کر پائیں جس سے صرف خوشی کا احساس بچا رہ جائے تو کیا آپ ایسی خواہش سے آزاد ہونا چاہیں گے؟

جہاں تک ہم میں کچھ پانے کی کہیں پہنچنے کی، کچھ ہونے کی خواہش ہے، پھر خواہ وہ کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو، تب تک ہماری فکر، ہماری دکھ اور ہمارے خوف لازمی طور سے بننے رہیں گے۔ دولت مند یا کچھ اور بننے کی ہماری تمنا اسی وقت خستم ہو سکتی ہے جب ہم اس کی سڑن اور اس کے کثیف روپ کو پورے طور پر دیکھ لیتے ہیں۔ جس لمحہ ہم مکمل طور پر ایسا محسوس کر لیتے ہیں کہ کسی بھی شکل میں وقت کی تمنا کرنا بنیادی طور پر ایک برائی ہے، پھر چاہے ہم وزیر اعظم بننے کی خواہش ہو یا نج، استاد یا پادری بننے کی، اس لمحے سے ہماری طاقت ور بننے کی خواہش ہی منتشر ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم یہ محسوس ہی نہیں کرتے کہ اس طرح کی خواہش بری ہے، طاقت کی تمنا ابد معاشری کی ایک شکل ہے۔ اس کے بخلاف ہم تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت کا اچھائی کے لیے استعمال کریں گے، لیکن یہ سب فضول کی باتیں ہیں۔ ایک غلط ذریعے کا استعمال کسی اچھے کام کے لیے نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ذریعہ مسوم ہے تو اس کا نتیجہ بھی مسوم ہو گا۔ اچھائی کوئی برائی کی ضد نہیں ہے۔ جب برائی ایک دم ختم ہو جاتی ہے تو اچھائی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

اس لیے جب تک ہم خواہش کا مفہوم پوری طرح نہیں سمجھ لیتے اس کے نتائج

کو، اس کے ساتھ ساتھ پیدا ہونے والی دیگر چیزوں کو، نہیں سمجھ لیتے ہیں تب تک اس خواہش سے نجات پانے کی کوشش کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

سوالی: جب تک ہم سماج میں رہ رہے ہیں تب تک ہم غلامی سے کیسے آزاد ہو سکتے ہیں؟

کرشن مورتی: کیا آپ جانتے ہیں کہ سماج کیا ہے؟ انسان انسان کے درمیان کا تعلق ہی سماج ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ آپ اسے الجھائیں نہیں، متعدد کتابوں سے دلائل نہ دیں، اس پر نہایت سادگی سے غور کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ سماج آپ کے، میرے اور دوسروں کے درمیان کا رشتہ ہے۔ انسانی تعلقات سماج کی تعمیر کرتے ہیں اور ہمارا موجودہ سماج مالاکانہ تعلقات کی بنیاد پر استوار ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ ہم میں سے بیشتر لوگ دولت، وقت، سرمایہ اور حقوق چاہتے ہیں۔ ہم کسی نہ کسی شکل میں اعزاز اور عزت چاہتے ہیں اور اس طرح ہم نے ایک مالاکانہ انداز کے سماج کی تخلیق کی ہے۔ جب تک ہم جمع کرنے میں مصروف ہیں، جب تک ہم وقار، عزت، وقت وغیرہ پانا چاہتے ہیں، تب تک ہم اس سماج سے متعلق ہیں۔ اس لیے اس کے اقتدار میں ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان میں سے کچھ نہیں چاہتا اور بڑی سادگی اور نرمی کے ساتھ جو ہے وہی بنا رہتا ہے، اس صورت میں وہ سماج سے باہر آ جاتا ہے، وہ اس کے خلاف انقلاب کرتا ہے اور اس سے آزاد ہو جاتا ہے۔

پرستی سے آج کی تعلیم کا مقصد ہے اس مالاکانہ انداز کے سماج کی روایات کو قبول کرنا اور اس کے ڈھانچے کے مطابق بننے میں آپ کی مدد کرنا۔ آپ کے والدین، آپ کے اساتذہ اور آپ کی کتابوں کا سروکار صرف اسی بات سے ہے۔ جب تک

آپ کو سماج کے اصول منظور ہیں، جب تک آپ آگے بڑھ سکیں اور نئی دنیا کی تعمیر کر حاصل کرنے کی لائچ ہے اور عزت اور عروت کی تلاش میں دوسروں کو متاثر اور بر باد کیے جا رہے ہیں، تب تک آپ معزز شہری سمجھے جاتے ہیں۔ سماج کے مطابق بننے کے لیے آپ کو تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن یہ تو تعلیم نہیں ہے۔ یہ تو آپ کو سماج کے سانچے میں ڈھانلنے کا عمل محض ہے۔ تعلیم کا حقیقی کام یہ نہیں ہے کہ وہ آپ کو کلرک یا نجیاوزر اعظم بنادے؛ بلکہ اس کا کام ہے اس سڑے ہوئے سماج کے مکمل ڈھانچے کو سمجھنے میں اور آزادی میں آگے بڑھنے میں آپ کو تعاون دینا تاکہ آپ اس سماج سے آزاد ہو سکیں اور ایک نئے سماج اور نئی دنیا کی تعمیر کر سکیں۔ دنیا میں ایسے لوگوں کی بہت ضرورت ہے جو قدامت کے خلاف بغاوت کریں۔ جزوی طور پر نہیں بلکہ پورے طور سے۔ یکونکہ صرف ایسے ہی انسان ایک نئی دنیا کی تخلیق کر سکتے ہیں۔ ایک ایسی دنیا جو ہر طرح کی کشافتوں سے پاک ہو اور جس کا انحصار قوت، دولت اور عزت پر نہ ہو۔

میں نے کچھ بزرگ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان کا مزاج جیسا ہے ویسا ہی رہے گا، آپ کی یہ ساری باتیں فضول ہیں۔ بالغ من کو روایات کی گرفت سے آزاد کرنے اور بچوں کو نئے راستے بنانے کے بارے میں ہم نے بھی سوچا ہی نہیں۔ یقینی طور سے تعلیم دونوں کام کرتی ہے۔ علاج بھی اور بچاؤ بھی۔ آپ بڑے طالب علم پہلے سے ہی گڑھے جا پکے ہیں، روایت گرفتہ ہو پکے ہیں، اولو العزم ہو پکے ہیں، آپ بھی اپنے والد کی طرح کسی گورنر یا دیگر انسان کی طرح کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے حقیقی تعلیم آپ کو صرف روایات کی گرفت سے پنجھے میں تعاون نہیں کرتی۔ بلکہ وہ روز بروز زندگی کی تمام سرگرمیوں کو سمجھنے میں بھی

آپ مدد کرتی ہے، تاکہ آپ آزادی کے ساتھ آگے بڑھ سکیں اور نئی دنیا کی تعمیر کر سکیں۔ ایک ایسی دنیا جو موجودہ دنیا سے بالکل ہی مختلف ہو۔ بدعتی سے نہ تو آپ کے اساتذہ، نہ آپ کے والدین اور نہ بی عوام ان موضوعات میں دچکپی لیتے ہیں، اسی لیے تعلیم کو اسٹاد اور طالب علم دونوں کی تربیت کا وسیع کردار بھانا ہو گا۔

**سوالی: لوگ لڑتے کیوں ہیں؟**

کرشن مورتی: چھوٹے چھوٹے بچے کیوں لڑتے ہیں؟ آپ کبھی اپنے بھائی یاد دیگر بچوں کے ساتھ لڑتے ہیں، یا نہیں لڑتے ہیں؟ آپ کیوں لڑتے ہیں؟ آپ یاد یک کھلونے کے لیے لڑتے ہیں۔ شاید دوسرے لڑکے نے آپ کی گیمند لی ہو یا آپ کی کتاب چھین لی ہو، اس لیے آپ لڑتے ہیں۔ بڑے بھی انھیں اسباب سے لڑتے ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ ان کے کھلونے عورت، دولت اور قوت و اختیار ہے۔ اگر آپ بھی حکومت چاہیں اور میں بھی حکومت چاہوں تو ہم آپس میں لڑ پڑیں گے اور ملک بھی آپس میں اسی لیے لڑتے ہیں۔ یہ ایک دم سیدھی سادی بات ہے، لیکن فلسفی، سیاست داں اور نام نہاد مذہبی رہنماء سے اور ابھادیتے ہیں۔ بے پناہ علم اور تجربوں کے رہتے ہوئے بھی، زندگی کا اقتدار، وجود کا حسن، تمام تصadem اور دکھ، ہماری ہنسی اور ہمارے آنسو، اس سب کا احساس کرتے ہوئے بھی، اپنے من کو ایک دم سادہ رکھ پانا ایک عظیم فن ہے۔ ہمارا من اسی وقت سادہ رہ سکتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ محبت کیسے کی جاتی ہے۔

**سوالی: حمد کیا ہے؟**

کرشن مورتی: حمد کا مطلب ہے خود سے عدم اطمینان اور دوسروں سے جلدنا، کیا ایسا نہیں ہے؟ آپ جو کچھ بھی ہیں اس سے جب مطمن نہیں ہوتے تبھی حمد کا

طلوع ہوتا ہے۔ آپ کسی دوسرے شخص کی طرح بننا چاہتے ہیں جو آپ سے زیادہ صاحب علم ہو، زیادہ خوب صورت ہو یا جس کے پاس آپ سے بڑا مکان ہو، زیادہ وقت ہو یا زیادہ عورت ہو۔ آپ اپنے اندر زیادہ خوبیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں، آپ جو کچھ زیادہ بہتر طور پر دھیان کرنا چاہتے ہیں، آپ ایشور کو پانا چاہتے ہیں، آپ جو کچھ میں اس سے کچھ مختلف بننا چاہتے ہیں؛ اس لیے آپ حد کرتے ہیں، جلتے ہیں۔ اپنے آپ کو سمجھنا نہایت مشکل کام ہے، یونکہ اس کے لیے آپ کو ان تمام خواہشات سے آزاد ہونا پڑتا ہے جن میں آپ خود کو بدلتا چاہتے ہیں۔ اپنے آپ کو بدلنے کی خواہش کرنے سے حد اور جلن پیدا ہوتی ہے۔ جب کہ خود کو سمجھ لینے سے آپ جو کچھ میں اس میں بنیادی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہے کہ آپ کی پوری تعلیم آپ کو یہی کہتی ہے کہ آپ جو کچھ میں اس سے مختلف بننے کی کوشش کریں۔ جب آپ حادث ہوتے ہیں تو آپ کو کہا جاتا ہے کہ آپ حد نہ کریں، یونکہ حد بری چیز ہے۔ اس لیے آپ حادث نہیں ہونے کے لیے کوشش کرتے ہیں، لیکن یہ کوشش خود اس حد کا ہی ایک حصہ ہے یونکہ آپ کچھ مختلف بننا چاہتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک خوب صورت گلب بس ایک خوب صورت گلب رہتا ہے، لیکن ہم انسانوں کو سوچنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے اور ہم غلط ڈھنگ سے سوچتے ہیں۔ یہ جاننے کے لیے کہ ہم کیسے سوچیں، ایک گھری نظر اور ذکاؤت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہم کیا سوچیں، نسبتاً آسان ہے۔ ہماری موجودہ تعلیم یہ تو سکھاتی ہے کہ ہم کیا سوچیں، لیکن یہ نہیں سکھاتی کہ ہم کیسے سوچیں، کس طرح گھرائی میں اتریں، کیسے تلاش کریں۔ اسکوں کا ہونا تو اسی وقت با معنی ہو گا جب اتنا دا اور شاگرد دونوں یہ جانیں گے کہ کس طرح سوچا جائے۔

سوال: میں کبھی کسی چیز سے مطمئن کیوں نہیں ہوتی؟  
کرشن مورتی: ایک چھوٹی سی لڑکی یہ سوال پوچھ رہی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسے یہ سوال پوچھنے کے لیے کسی نے اس کا یا نہیں ہوا گا۔ وہ اپنی نئی سی عمر میں یہ جاننا چاہتی ہے کہ وہ کبھی مطمئن کیوں نہیں ہو پاتی ہے۔ آپ تمام لوگوں کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟ یہ آپ کی تخلیق ہے۔ آپ نے ہی اس دنیا کی تعمیر کی ہے، جہاں ایک معصوم پوچھتے ہے کہ وہ کسی بھی چیز سے مطمئن کیوں نہیں ہوتی ہے۔ آپ سب تو ماہرین تعلیم ہیں، پھر بھی آپ کو اس میں پوشیدہ بدجھنی نظر نہیں آتی؟ آپ دھیان میں بیٹھتے ہیں، لیکن آپ مضحکل ہیں، تھکے ماندے ہیں اور اندر سے مر چکے ہیں۔

انسان کبھی مطمئن کیوں نہیں ہوتا؟ غور کیجیے۔ اس کے عدم اطمینان کا سبب کیا یہ نہیں ہے کہ وہ خوشی کے لیے متواتر کوشش کر رہا ہے؟ وہ سوچتا ہے کہ مسلسل تبدیلی کے توسط سے وہ مسرت حاصل کر لے گا۔ وہ ایک کام سے دوسرے کام، ایک تعلق سے دوسرے تعلق، ایک دھرم یا مثال سے دوسرے دھرم یا مثال کی جانب یہ سوچ کر کہ وہ اس مسلسل تبدیلی سے مسرت پالے گا۔ بھاگا جا رہا ہے۔ یا وہ زندگی کی کسی جامد صورت حال کو تلاش کر اس میں مخجد ہو جاتا ہے۔ رجیم اطمینان بالکل ہی الگ چیز ہے۔ اس کی آمد اسی وقت ہوتی ہے جب آپ خود کو بدلنے کی خواہش کیے بغیر، بغیر موازنہ کیے اور برائی کیے، اپنے کو ویسا ہی دیکھ پاتے ہیں جیسے کہ آپ حقیقت میں میں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جیسا بھی دیکھیں اسے قبول کر لیں اور اس کے لیے سو جائیں۔ لیکن جب آپ کامن موازنہ نہیں کرتا ہے، فیصلہ نہیں کرتا ہے تب یہ سبھی لمحے حقیقت کو اسے بدلنے کی خواہش کیے بغیر دیکھنے کا اہل ہوتا ہے۔ اس راست دیکھنے میں ہی باقاعدہ جزو موجود ہے۔

سوال: ہمارے لیے پڑھنا کیوں ضروری ہے؟

کرشن مورتی: ہمارے لیے پڑھنا کیوں ضروری ہے؟ آپ ذرا سکون سے سینیں۔ آپ یہ کبھی نہیں پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کے لیے کھیلنا بھی ضروری ہے، کیا کھانا کھانا، ندی کو دیکھنا یا نسل الم اور سخت دل ہونا ضروری ہے۔ جب آپ کسی چیز کو پسند نہیں کرتے ہیں، تبھی آپ اس کے غلاف بغاوت کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ کیا آپ کے لیے وہ کرنا ضروری ہے؟ لیکن پڑھنا، کھیلنا، ہنسنا، سخت دل ہونا، بھلا ہونا، ندی اور بادل کو سیکھنا، یہ سب آپ کی زندگی کا حصہ ہے اور اگر آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کیسے پڑھیں، کیسے لگھویں، کیسے آپ پتی کے حسن کو سراہیں تو اس کا مطلب ہو گا آپ بھی ہی نہیں رہے ہیں۔ زندگی کے ایک حصے کی سمجھ کافی نہیں ہے، بلکہ آپ کو پوری زندگی کو سمجھنا ہو گا۔ اس لیے آپ کو پڑھنا ہو گا، آپ کو آسمان کے حسن کو دیکھنا ہو گا۔ اس لیے آپ گائیں، ناچیں، شاعری کریں، دلکشیں اور زندگی کو سمجھیں، کیونکہ یہی تو ہماری زندگی ہے۔

سوال: یہ تکلف کیا ہوتا ہے؟

کرشن مورتی: جب آپ کسی اجنبی سے ملتے ہیں تب کیا آپ شرماتے نہیں ہیں؟ یہ سوال پوچھتے وقت کیا آپ نے تکلف محسوس نہیں کیا؟ کیا آپ اس وقت تکلف کا احساس نہیں کریں گے جب اس ایسٹچ پر بیٹھ کر میری طرح گفتگو کریں گے؟ جب آپ کبھی اپانک کسی ایک خوب صورت درخت، کسی نئے کھلے ہوئے بچوں یا کسی ایکلی چڑیا کو اپنے گھونسلے میں دیکھتے ہیں تو کیا آپ کچھ تکلف، کچھ عجیب سامحسوس نہیں کرتے اور ساکت نہیں رہ جاتے؟ اس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ تکلف کرنا اچھی بات ہے۔ لیکن ہم سے سے بیشتر لوگوں کے لیے تکلف کا مطلب خود کے لیے محظا ط ہو

جانا ہے۔ جب ہم کسی بڑے آدمی سے ملتے ہیں تب اس بڑے آدمی کو دیکھ کر ہم چونکے ہو جاتے ہیں۔ ہم سوچنے لگتے ہیں یہ کتنا اہم انسان ہے اور میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اس طرح ہم تکلف محسوس کرنے لگتے ہیں، جس کا مطلب ہوتا ہے اپنے بارے میں محظا ط ہو جانا۔ لیکن ایک اور قسم کا تکلف بھی ہوتا ہے جس میں ایک طرح کی زمزی رہتی ہے، جس میں خود کے ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔